پاکستان کی مالیاتی پالیسی کے مقاصد اور اسلامی تعلیمات

سعدیہ گلزار*

ABSTRACT:

Fiscal policy is important for economic development of any country.Islamic fiscal policy pursues defiance and peaceso that the society live with a sense of security and preform dynamic economic activities.To maintain economic development and price stability is another imperative entity of fical policy.It reduces inequality of income and wealth in order to promote general welfare of the community.Welfare of public by providing education,health and social care is one of the major objectives of fiscal policy.There are several intrinsic shortcomings in the fiscal policy of Pakistan which are obstructing its economic development.It is a fact that we are suffering from economic instability for not practicing the Islamic teachings.If we sincerely act upon Islamic injuctions we can certainly achieve economic development.For an all.embracing economic stability and progress it is imperative to follow the economic injunctions in full.

کسی بھی ملک کی معاشی ترقی کے لیے مالیاتی پالیسی بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔مالیاتی پالیسی حکومت کی سالانہ آمدنی اوراخراجات سے متعلق ہوتی ہے جس میں یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ حکومت کوکن ذرائع سے آمدن حاصل ہوگی اور کن امور پرخرچ کی جائے گی۔(۱) اس میں معاشی ترقی کے لیے مقاصد واضح کیے جاتے ہیں ،اہداف مقرر کیے جاتے ہیں اوران اہداف کے حصول کے لیے مالی وسائل کے حصول اورمختص کیے جانے کے بارے میں حکمت عملی وضع کی جاتی ہے۔عصر حاضر میں حکومتیں معاشی ترقی کے لیے متعدد اقدامات کرتی ہیں مثلاً سرحدوں کی حفاظت کے لیےفوج کا محکمہ اورداخلی امن و امان کی بحالی کے لیے پولیس اورعدالتی نظام قائم کیا جاتا ہے۔سرکاری سطح پرعوام کی فلاح و بہبود کے لیے تعلیم، صحت، صاف پانی اورصاف ماحول کے علاوہ دیگرسہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔زراعت ،صنعت ،تجارت، درآمدات و برآمدات، مواصلات اور بینکاری کی ترقی کے لیےاقدامات کیے جاتے ہیں۔بجلی کی فراہمی اورآبپاشی کا نظام بہتر کرنے کے لیے ڈیم تعمیر کیے جاتے ہیں۔ذرائع نقل وحمل کے لیےسڑکوں، پلوں، ریل کی پٹڑی ،ہوائی اڈوں اور بندرگاہوں کی تعمیر کی جاتی ہے۔افرادی قوت کوتعلیم سے آراستہ کرنےاورروزگارکی فراہمی کے لیےاقدامات کیے جاتے ہیں۔

پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے جسے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے اسلامی ریاست کے قیام کے لیے حاصل

* ڈاکٹر،لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ،لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور　　برقی پتا:sadiagulzar_LCWU@yahoo.com
تاریخِ موصولہ: ۲۰۱۴/۱۰/۱۵ء

کیا۔ پاکستان کی مالیاتی پالیسی کے مقاصد بنیادی طور پر اسلامی مالیاتی پالیسی سے مختلف نہیں مثلاً ملکی دفاع کو مضبوط کرنا، ملک میں موجود ذرائع کو بھرپور استعمال میں لانا، جو ذرائع زیرِ استعمال ہیں ان کے استعمال کو بہتر بنانا اور جن ذرائع کو ابھی استعمال میں نہیں لایا گیا ان کا سروے کر کے منصوبہ بندی کے ذریعے استعمال میں لانا، نئے روزگار کے مواقع پیدا کرنا، معاشرے کو خوشحال بنانا، عوام کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنا، انہیں صحت اور سماجی بہبود کی بنیادی سہولیات مہیا کرنا اور ملک کو معاشی ترقی کی راہ پر گامزن کرنا۔ مندرجہ ذیل میں پاکستان کی مالیاتی پالیسی کے مقاصد کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تفصیلاً جائزہ لیا گیا ہے۔

ا۔ مضبوط دفاع اور داخلی امن و امان

پاکستان کی مالیاتی پالیسی کا ایک اہم مقصد دفاع کو مضبوط کرنا ہے کیونکہ ملک کی سرحدوں کی حفاظت اور داخلی امن و امان کے بغیر معاشی ترقی ممکن نہیں ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دفاع پر اخراجات کو دیگر اخراجات پر ترجیح دی کیونکہ کسی ملک کی بقاء اور سلامتی کے لیے دفاع کا مضبوط ہونا ناگزیر ہے۔ پاکستان کے سالانہ وفاقی بجٹ میں بھی دفاع کے لیے فنڈز کو اہمیت دی جاتی ہے۔ تاہم ۹/۱۱ کے واقعہ کے بعد سے پاکستان میں امن و امان کی صورتحال سنگین صورتحال اختیار کر چکی ہے۔ ۹/۱۱ کے بعد عالمی دباؤ کے پیشِ نظر پاکستان کو دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کا اتحادی بننا پڑا۔ یہ کردار نبھانے کی وجہ سے پاکستان کا امن و امان تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔ صدر پرویز مشرف کے دورِ حکومت میں بم دھماکوں اور انتہا پسند حملوں میں اضافہ ہوا۔ فرقہ ورانہ تشدد کے واقعات میں ہزاروں افراد شہید ہوئے۔ مساجد، مذہبی جلوسوں، اجتماعات اور نمازِ عید میں مسلمانوں کو مختلف فرقوں سے تعلق رکھنے والے بمباروں اور مسلح افراد کی جانب سے نشانہ بنایا گیا۔ پاکستانیوں کی قیمتی جانوں کی بھی قربانی دی گئی جن میں لال مسجد کے خلاف کاروائی ایک واضح مثال ہے۔ نیز ڈرون حملے کا سلسلہ بھی صدر پرویز مشرف کے دور میں شروع ہوا جس میں بے گناہ شہریوں کی بھی اموات ہو رہی ہیں۔ پاکستان میں ۲۰۰۵ء سے ۲۰۱۵ء تک ڈرون حملوں کی تفصیل مندرجہ ذیل جدول میں دی گئی ہے۔

پاکستان میں ڈرون حملے ۲۰۰۵ء۔۲۰۱۵ء

سال	ڈرون حملے	اموات	زخمی
۲۰۰۵	۱	۱	-
۲۰۰۶	-	-	-
۲۰۰۷	۱	۲۰	۱۵
۲۰۰۸	۱۹	۱۵۶	۱۷
۲۰۰۹	۴۶	۵۳۶	۷۵

۲۰۱۰	۹۰	۸۳۱	۸۵+
۲۰۱۱	۵۹	۵۴۸	۵۲
۲۰۱۲	۴۶	۳۴۴	۳۷
۲۰۱۳	۲۴	۱۵۸	۲۹
۲۰۱۴	۱۹	۱۲۲	۲۶
۲۰۱۵	۵	۳۱	۷
کل تعداد	۳۱۰	۲۷۴۷	۳۴۳+

(http://www.satp.org/satporgtp/countries/pakistan/database/Droneattack.htm retrived 25 April 2015)

داخلی امن وامان کے ضمن میں پاکستان کے شمالی علاقہ جات میں ہونے والا وزیرستان آپریشن قابل الذکر ہے۔ اگرچہ وزیرستان آپریشن کے بارے میں یہ رائے دی جاتی ہے کہ اس میں دہشت گردی کے عناصر کو ختم کیا جارہا ہے۔تاہم اس خانہ جنگی میں مسلمانوں کا ہی خون بہایا جارہا ہے جب کہ حق کے سوا انسانی جان کے قتل کی اسلامی تعلیمات میں کہیں بھی گنجائش نہیں ہے۔قرآن مجید میں انسان کو قتل کرنا تین صورتوں شادی شدہ زانی، جان کے بدلے جان اور دین اسلام کو چھوڑنے والے (مرتد) کے سوا جائز نہیں ہے۔(۲) نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے قتل انسانی کو کبیرہ گناہوں میں شامل کیا ہے۔(۳) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے داخلی امن وامان کے قیام کے لیے مسلمانوں کا خون اور مال دوسرے مسلمانوں کے لیے حرام قرار دیا۔آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

> **قد حرم دماء کم و أموالکم و أعر اضکم الا بحقّها کحرمة یو مکم هذا، في بلدکم هذا، في شهر کم هذا** (۴)
>
> تحقیق اس نے تمھارا خون اور تمھارا مال اور تمھاری آبروئیں ایک دوسرے پر حرام کردیں سوائے حق کے جیسا کہ اس دن کی حرمت ہے، اس شہر میں، اس مہینے میں۔

میڈیا کے ذرائع کے مطابق اگر بیرونی اور اندرونی عناصر کی وجہ سے امن وامان کی صورتحال خراب ہورہی ہے تو ان کو کیف کردار تک پہنچنا ضروری ہے کیونکہ یہ پاکستان کی سالمیت کے لیے ناگزیر ہے۔درحقیقت پاکستان کی امن وامان کی خرابی میں بیرونی عناصر کارفرما ہیں۔خارجہ پالیسی کے تعین، سیاسی اور معاشی معاملات میں اگر اسلامی تعلیمات کو مدنظر رکھا جاتا تو یقیناً بدامنی اور بےیقینی کی اس فضا سے بچا جاسکتا تھا جس سے پاکستان کی ترقی متاثر ہورہی ہے۔داخلی امن وامان کی اہمیت کا اندازہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سیاسی بصیرت اور حکمت عملی سے بھی پتہ چلتا ہے۔آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ

وسلّم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد مدینہ کے امن وامان کے پیش نظر انصار اور مہاجرین کے درمیان رشتۂ اُخوت استوار کروایا۔ نیز یہودیوں کی شر سے محفوظ رہنے کے لیے ان کے ساتھ میثاق مدینہ کیا گیا۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ملکی دفاع کا اہتمام کیا اور جن بیرونی عناصر کا خطرہ تھا ان پر بھی لشکر کشی کی گئی جیسے غزوہ تبوک اور غزوہ موتہ عیسائیوں اور غزوہ خیبر یہودیوں کے ساتھ لڑے گئے۔ خلفاء راشدین نے بھی بیرونی عناصر کو ملیا میٹ کیا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں اسلامی ریاست کی حدود شام اور عراق تک پھیل چکی تھی۔ دیگر معاشی عوامل اور امن وسکون کی وجہ سے معاشی خوشحالی ممکن ہوئی تھی۔

اسی طرح پاکستان میں فرقہ وارانہ فسادات کی وجہ سے قیمتی جانوں کا نقصان اُٹھانا پڑ رہا ہے جیسا کہ یوم عاشورہ ۲۰۱۳ء میں راولپنڈی میں ہونے والا افسوس ناک واقعہ کی وجہ سے بچوں کو ذبح کیا گیا جس کی وجہ سے عوام میں خوف و ہراس پھیلا۔(۵) عصر حاضر میں پاکستان کی سالمیت کو بیرونی عوامل سے خطرہ درپیش ہے اور داخلی امن وامان کی صورتحال بھی افسوس ناک ہے۔ امن وامان کی صورتحال کی بہتری کے لیے پاکستان کو ٹھوس دفاعی پالیسی مرتب کرنے کی ضرورت ہے تاکہ معاشرتی اور معاشی خوشحالی ممکن ہوسکے۔ داخلی امن وامان کی بحالی کے لیے ٹھوس اقدامات حکومت کی اولین ترجیح ہونی چاہیے تاکہ ملک میں امن وسکون کے قیام سے معاشی سرگرمیاں بحال ہوسکیں اور پاکستان ترقی کی راہ پر گامزن ہوسکے۔

۲۔ قیمتوں کی سطح میں استحکام

پاکستان کی مالیاتی پالیسی کا اہم مقصد قیمتوں کی سطح میں استحکام قائم رکھنا ہے۔ صدر ایوب خان کے دور میں قیمتوں میں استحکام رہا جب کہ بعد میں آنے والی تقریباً تمام حکومتیں مہنگائی کو کنٹرول نہ کرسکیں۔ عالمی افراط زر، مؤثر پالیسی میں کمی کی وجہ سے صنعتی شعبہ کی کم پیداوار اور زراعت پر موسمی اثرات کی وجہ سے کم پیداوار کی بناء پر افراط زر کی شرح میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔

قرضوں اور امداد کے عوض آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی پاکستانی معیشت کے لیے نقصان دہ شرائط میں سے سیلز ٹیکس اور انکم ٹیکس میں اضافہ، اعانوں کا خاتمہ، تعلیم اور صحت کی سہولیات کے لیے سرچارجز میں اضافہ شامل ہے۔ ان شرائط کے عملی نفاذ کی وجہ سے غریبوں کی قوت خرید میں کمی آرہی ہے۔ پاکستان کے نظام ٹیکس میں پریشان کن صورتحال سیلز ٹیکس اور انکم ٹیکس کی شرح میں بڑھتا ہوا اضافہ ہے۔ مالی سال ۱۹۹۰-۹۱ء میں سیلز ٹیکس کا حصّہ بالواسطہ ٹیکسوں سے حاصل ہونے والے محاصل میں ۱۷.۶ فیصد، مالی سال ۲۰۰۷-۰۸ء میں اس کا تناسب بڑھ کر ۶۰.۹ فیصد، مالی سال ۲۰۱۲-۱۳ء میں ۷۰ فیصد جب کہ مالی سال ۲۰۱۳-۱۴ء میں ۷۲.۳ فیصد رہا۔ کل ٹیکسوں میں براہ راست ٹیکس کا تناسب مالی سال ۱۹۹۰-۹۱ء میں ۱۸ فیصد، مالی سال ۲۰۰۷-۰۸ء میں ۳۸.۵ فیصد، مالی سال ۲۰۱۲-۱۳ء میں ۳۸.۲ فیصد جب کہ مالی سال ۲۰۱۳-۱۴ء میں ۳۹ فیصد رہا۔(۶) سیلز ٹیکس کا بوجھ صارفین کو برداشت کرنا پڑتا ہے جب کہ براہ راست ٹیکس میں سب سے اہم ٹیکس

آمدنی ٹیکس ہے جس کی شرح میں اضافہ سے مقررہ آمدنی والے طبقہ کے لئے مالی مشکلات میں اضافہ ہوتا ہے۔ درمیانے اور کم درجے والے افراد خاص طور پر ادارہ جاتی ملازمین پر دباؤ بڑھتا ہے کیونکہ ان سے لازمی طور پر ٹیکسوں کی وصولیاں کی جاتی ہیں۔ اسی طرح بنیادی اشیاء صرف اور زرعی اشیاء پر اعانوں میں کمی سے صارفین اور چھوٹے کسانوں کی معاشی مشکلات میں اضافہ ہوا ہے۔ اشیاء کے مناسب نرخوں کے تعین اور بنیادی اشیاء صرف پر اعانوں کی پالیسی سے ہی پسماندہ طبقہ کو اشیاء سستے داموں دستیاب ہو سکتی ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ اشیاء ضرورت پر سیلز ٹیکس کو مکمل طور پر ختم کر دے۔ نیز ملکی خزانے کے وسائل میں اضافہ کے لیے ملک کی دولت لوٹنے والوں کا احتساب کیا جائے۔ اقتصادی ماہرین کے نزدیک اگر بدعنوان افراد سے اثاثے واپس لیے جائیں تو حکومت کو مزید نئے ٹیکس لگانے کی بھی ضرورت نہیں رہے گی اور سیلز ٹیکس میں بھی کمی کی جا سکتی ہے جس سے عوام کو ریلیف مل سکتا ہے۔

علاوہ ازیں حکومتی سطح پر منفی عناصر کی وجہ سے اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ کا مسئلہ درپیش رہتا ہے جیسے صدر پرویز مشرف کے دور میں چینی کی ذخیرہ اندوزی سے مصنوعی بحران پیدا کیا گیا جس سے چینی کی قیمت میں نمایاں اضافہ ہوا۔ مصنوعی چینی کے بحران کی وجہ سے چینی کی قیمت فی کلو ۹۰ روپے تک بھی پہنچ گئی تھی۔ اسی طرح اس دور میں مالی سال ۲۰۰۸ء میں آٹے کے بحران کا مسئلہ بھی پیدا ہوا۔ اس بارے میں شاہد کردار تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حکومت کے دعوی کے مطابق گندم کی ۲۳.۳ ملین ٹن پیداوار ہوئی جب کہ ملکی ضروریات ۲۱ ملین ٹن تھی۔ گویا دو سو دو ملین ٹن گندم اضافی تھی۔ اس اضافی گندم کو عالمی منڈیوں میں رائج گندم کی قیمت ۴۰۰ سے ۴۵۰ ڈالر فی ٹن سے کم قیمت ۲۰۰ سے ۲۵۰ ڈالر فی ٹن پر فروخت کیا گیا جب کہ وزیر خزانہ کا اندازہ درست ثابت نہیں ہوا اور آٹے کا بحران پیدا ہو گیا۔ اس پر قابو پانے کے لیے عالمی منڈیوں سے مہنگے داموں گندم کو درآمد کیا گیا۔(۷) آٹے کی قلت کی وجہ سے آٹے کی قیمت میں نمایاں اضافہ ہوا اور اس کی درآمدات و برآمدات میں سابق وزیر خزانہ شوکت عزیز نے خوب کمیشن کمایا۔ یہ دو اہم بحران حکومت کی ناقص پالیسیوں کی وجہ سے پیدا ہوئے۔ عصر حاضر میں بنیادی ضروریات کی اشیاء قیمتوں میں بھی مسلسل اضافہ ہو رہا ہے جب کہ سرکاری ملازمین کی زری اجرتوں میں اضافہ نہ ہونے کے برابر ہے جس کی وجہ سے ان کی حقیقی آمدن کم رہتی ہے اور بنیادی اشیاء صرف کی خریداری بھی مشکل بن جاتی ہے۔

اسلام کی مالیاتی پالیسی کا اہم مقصد قیمتوں کی سطح میں استحکام لانا ہے تاکہ صارفین کو اشیاء مناسب نرخوں پر دستیاب ہو سکیں۔ گرانی میں اضافہ کے تمام ذرائع کا سدباب کیا جانا ضروری ہے۔ شریعت نے مصنوعی گرانی کے تمام ذرائع کی ممانعت فرمائی جس سے عوام معاشی تنگی کا شکار ہوں اس لیے ضروری ہے کہ اشیاء کے نرخوں پر نگرانی رکھی جائے۔ خلفاء راشدین اشیاء ضروریات کے نرخ معلوم کرتے رہتے جب انہیں خبر ملتی کہ نرخ ارزاں ہیں تو اطمینان کا اظہار کرتے تھے جیسا کہ طبری کی روایت کے مطابق سلمہ بن قیس اشجعی کا قاصد حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے دریافت کیا کہ

اشیاء کے نرخ کیا ہیں قاصد نے آپ کو بکری کے گوشت اور گائے کے نرخ الگ الگ بتائے۔(۸) حضرت عثمانؓ جمعہ کے دن جب موذن اذان دیتا تو لوگوں سے باتیں کرتے اور ان سے بازار کے نرخ دریافت فرماتے۔(۹) حضرت علیؓ درہ لے کر بازار نکلتے لوگوں کو تقوی اختیار کرنے، اچھی خرید و فروخت کرنے کا حکم دیتے اور فرماتے ناپ تول کو پورا کرو۔(۱۰)

اسلامی ریاست میں عام حالات میں تاجروں اور اشیاء کے پیدا کنندگان کو معیشت میں آزادی ہوتی ہے کہ اشیاء تجارت اور پیداوار کو جس نرخ پر چاہیں فروخت کریں۔اشیاء کی قیمتیں طلب ورسد کی آزادانہ قوتوں سے متعین ہوتی ہیں۔ ریاست اس سلسلہ میں کوئی مداخلت نہیں کرتی جیسا کہ لوگوں کے کہنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے نرخ کا تعین نہیں کیا۔(۱۱) اگر تاجر اور پیدا کنندگان اشیاء کی مصنوعی قلت کر کے اشیاء کو مہنگے داموں فروخت کریں تو اس معاشی صورتحال میں ریاست مداخلت کرسکتی ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والوں کو اشیاء بازار میں لانے کے لیے مجبور کرسکتی ہے۔نیز اشیاء کے نرخ بھی متعین کرسکتی ہے۔قیمتوں میں اضافہ کے لیے مصنوعی ذرائع مثلاً احتکار کی حوصلہ شکنی ضروری ہے کیونکہ اسلام کے اقتصادی نظام میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔جو تاجر ذخیرہ اندوزی کریں ان کے لیے سزائیں مقرر ہونی چاہیں۔نیز ان کی ذخیرہ شدہ اشیاء کو ضبط کر کے انہیں مروجہ قیمت پر فروخت کیا جانا چاہیے۔قیمتوں میں ہونے والے مصنوعی اضافہ کے ذرائع کا سد باب کے لیے عملی اقدامات کی ضرورت ہے تاکہ قیمتوں میں استحکام رہے۔

اشیاء کی پیداوار میں اضافہ کے لیے بھی عملی اقدامات کیے جانے ضروری ہیں۔زرعی شعبہ میں پانی کا مسئلہ حل کیا جائے اور نئے ڈیم تعمیر کیے جائیں۔جن زرعی مداخل اور اشیاء پر اعانے دینے کی پالیسی ہے اس کو جاری رکھا جائے۔اگر حکومت دیے جانے والے اعانوں کو کم کرتی ہے تو اس کا نتیجہ اشیاء کے مصارف پیدائش میں اضافے سے قیمتوں میں اضافے کی صورت میں سامنے آتا ہے مثلاً بجلی پر زراعانت میں کمی سے بجلی کے نرخ گراں ہورہے ہیں۔صنعتی اشیاء کی پیداوار میں اضافہ کے لیے توانائی کے بحران پر قابو پانا ضروری ہے۔زرعی اور صنعتی ترقی کے لیے مؤثر اقدامات کیے جانے ضروری ہیں تاکہ اشیاء کی رسد میں اضافہ ہوسکے اور اشیاء کی قیمتوں میں بہتری آسکے۔

۳۔　دولت کی منصفانہ تقسیم

پاکستان کی مالیاتی پالیسی کا اہم مقصد دولت کی منصفانہ تقسیم ہے۔تاہم صدر ایوب خان کی غیر مساواتی طریقہ کار کی پالیسی کے تحت صنعت کاروں کو دی جانے والی سہولیات کی وجہ سے دولت کی تقسیم غیر منصفانہ ہوئی۔عمر نعمان اس بارے میں لکھتے ہیں کہ ملک کے صنعتی، بینکاری اور انشورنس کے اثاثے ۲۲ خاندانوں کی ملکیت تھے۔(۱۲) غیر مساواتی طریقہ کار اسلامی تعلیمات کے منافی تھا جس کی وجہ سے ارتکاز دولت کو تقویت ملی۔وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے دولت کی منصفانہ تقسیم کے لیے نجی اداروں کو قومی تحویل میں لینے کی پالیسی اپنائی لیکن عملی طور پر صدر ایوب خان کے دور کے چند مخصوص طبقے ہی ملکی وسائل پر قابض رہے۔(۱۳) بعد کے ادوار میں بھی حکومت کی معاشی پالیسیوں سے مخصوص سرمایہ دار اور

جاگیردار طبقہ نے فائدہ اُٹھایا جس کی وجہ سے پاکستان میں طبقاتی کشمکش شدت اختیار کر چکی ہے۔ایک طرف امیر طبقہ ہے جو کہ عیش وعشرت کی زندگی سے لطف اندوز ہو رہا ہے جبکہ دوسری طرف غریب طبقہ دو وقت کی روٹی کے حصول پر بھی قادر نہیں ہے۔فلاح عامہ کے ضمن میں چند پروگراموں کا آغاز کیا گیا ہے جن میں بیت المال اور بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام قابل ذکر ہیں۔اگر چہ یہ دونوں پروگرام نادار طبقہ کی بحالی اور فلاح و بہبود میں اضافہ کے لیے ہیں۔تاہم یہ ضروری ہے کہ جو رقم غرباء کے لیے مختص کی گئی ہے وہ اُن پر خرچ کی جائے اور اس کو کرپشن یا اقرباء پروری کے نذر نہ کیا جائے۔حق دار کو اُس کا حق ملنے سے ہی غربت میں کمی آسکتی ہے اور لوگوں کا معیار زندگی بہتر ہوسکتا ہے۔غربت کی وجہ سے خودکشی کے واقعات روزمرہ کا معمول بن چکے ہیں۔پاکستان میں یومیہ آمدن دو ڈالر کے حساب سے ۶۰.۱۹ فیصد آبادی غربت کی لائن سے نیچے زندگی بسر کر رہی ہے جب کہ چین میں ۲۹.۷۹، بنگلہ دیش میں ۷۶.۵۴، ہندوستان میں ۶۸.۷۲، سری لنکا میں ۲۹.۱۳، نیپال میں ۵۷.۲۵ اور فلپائن میں ۴۱.۵۳ فیصد آبادی غربت کی لائن سے نیچے زندگی بسر کر رہی ہے۔پاکستان کی صورتحال ہندوستان اور بنگلہ دیش سے بہتر ہے تاہم چین اور فلپائن پاکستان سے بہتر حالت میں ہیں۔(۱۴)

معاشی ناہمواری کی ایک اہم وجہ غیر منصفانہ تقسیم دولت ہے جب کہ اسلام دولت کی منصفانہ تقسیم زکوۃ وعشر، وراثت اور صدقات کی ترغیب کے ذریعہ کرتا ہے۔اسلامی ریاست کی مالیاتی پالیسی کا اہم مقصد معاشرہ میں ارتکاز دولت کا خاتمہ ہے۔مال فئے کی تقسیم کی حکمت اللہ تعالیٰ نے گردش دولت بیان فرمائی ہے۔﴿كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ (۱۵) تاکہ تمھارے دولت مندوں کے ہاتھ ہی میں یہ مال گردش کرتا نہ رہ جائے۔﴾ گردش دولت کا ایک اہم ذریعہ زکوۃ ہے جو کہ معاشرے کے امراء سے وصول کر کے غرباء میں تقسیم کی جاتی ہے۔زکوۃ کی ادائیگی امراء کا فرض ہے جب کہ اسے غرباء کا حق قرار دیا گیا ہے۔اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ (۱۶) اور اُن کے مال میں مانگنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا حق تھا۔﴾ زکوۃ کو نادار طبقہ کا حق قرار دینے کا مقصد ان کی عزت نفس کو برقرار رکھنا ہے اور ان کی معاشی کفالت کرنا ہے۔معاشی تفاوت میں کمی کے لیے زکوۃ کے علاوہ انفاق فی سبیل اللہ کے دیگر ذرائع بھی ہیں جن میں صدقہ وخیرات، کفارات، صدقہ فطر اور قربانی وغیرہ شامل ہیں۔نیز دولت کی منصفانہ تقسیم کے لیے قرآن وسنت میں ارتکاز دولت کی حوصلہ شکنی کی گی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (۱۷) جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجیے۔﴾ اگر چہ صدر ضیاء الحق کے دور حکومت میں زکوۃ وعشر آرڈیننس ۱۹۸۰ء کا نفاذ کیا گیا لیکن زکوۃ کی جمع اور تقسیم میں کرپشن کی وجہ سے معاشرہ زکوۃ کے فوائد سے مستفید نہیں ہو رہا۔زکوۃ وعشر کے نفاذ سے ہی دولت کی تقسیم میں ناہمواریوں کا خاتمہ ہوسکتا ہے اور غربت میں کمی آسکتی ہے۔

عہد نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم میں زکوۃ وعشر کا نظام رائج کرنے کی وجہ سے دولت کی تقسیم منصفانہ رہی۔خلافت راشدہ میں تقسیم دولت کے عملی اقدامات کیے گئے۔حضرت ابوبکرؓ خلیفہ کے دور خلافت میں جب مال فئے آیا تو آپؓ نے اسے عوام کے درمیان مساوی طور پر تقسیم کیا۔چھوٹے،بڑے،آزاد،غلام،مرد وعورت سب کو برابر حصہ دیا۔حضرت ابوبکرؓ سے کہا گیا کہ تقسیم میں بعض لوگوں کو بعض پر ترجیح دیں تو آپؓ نے فرمایا کہ ان کے فضائل کا اعتبار اللہ کے یہاں ہوگا۔جہاں تک اس معاشی زندگی کا سوال ہے اس میں مساوی سلوک کرنا بہتر ہے۔(۱۸) حضرت عمرؓ نے معاشی مساوات کے قیام کے بارے میں فرمایا کہ اگر میں سال بھر تک زندہ رہا تو میں سب سے کم مرتبے والے کو سب سے اعلیٰ مرتبے والے سے ملا دوں گا۔(۱۹) حضرت عمرؓ کے دور میں عراق وشام،سواد میں حلوان وقادسیہ کی مفتوحہ زمینوں کو فوجیوں کے درمیان نہ تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔(۲۰) کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ زمین کی ملکیت ایک محدود طبقہ میں گھر کر رہ جائے اور باقی افراد اس سے محروم رہیں۔آپؓ کی اس پالیسی سے جاگیرداری نظام کی حوصلہ شکنی ہوئی۔ریاست کے مادی وسائل صرف فوجیوں کے ہاتھوں میں مرتکز ہونے کے بجائے ساری رعایا میں پھیل گئے۔مال ودولت پر محدود طبقہ کا تسلط ختم ہوا اور اللہ کی نعمتوں سے ساری قوم کو فائدہ پہنچا۔

خلفاءراشدین کے مندرجہ بالا اقدامات منصفانہ تقسیم دولت اور ضرورت مندوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے کئے گئے تھے۔دولت کی منصفانہ تقسیم سے معاشرتی تفاوت کم ہوتا ہے اور ارتکاز دولت کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ضرورت مندوں کی بنیادی ضروریات کی فراہمی سے معاشرتی خرابیوں کا سدباب ممکن ہے۔غربت کی وجہ سے لوگوں کے اخلاق بگڑتے ہیں اور وہ بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مختلف جرائم مثلاً چوری اور ڈکیتی وغیرہ کا ارتکاب کر گزرتے ہیں کیونکہ غربت رذائل اخلاق کا سبب بنتی ہے۔نظام زکوۃ وعشر حقیقی روح کے ساتھ نافذ کرنے،نظام ٹیکس میں اصلاح اور کرپشن کے خاتمے سے دولت کی تقسیم منصفانہ ہوسکتی ہے اور عوام کی معاشی خوشحالی بھی ممکن ہے۔

۴۔ بچتوں اور سرمایہ کاری میں اضافہ

پاکستان کا ایک اہم مالی مسئلہ ٹیکسوں سے حاصل ہونے والی آمدنی میں کمی کا ہے۔پاکستان میں ٹیکس کی وصولیاں جی ڈی پی کے ۱۰ فیصد سے بھی کم ہیں جبکہ یہ شرح سری لنکا میں ۱۴ فیصد،بھارت میں ۱۶ فیصد،ملائیشیاء میں ۱۸ فیصد اور ترکی میں ۲۹ فیصد ہے۔(۲۱) پاکستان میں صرف ۳۰ لاکھ افراد انکم ٹیکس ادا کرتے ہیں اور سیلز ٹیکس میں صرف ایک لاکھ افراد رجسٹرڈ ہیں۔(۲۲) اس ملک میں ٹیکسوں کا نظام مؤثر نہ ہونے کی وجہ سے اخراجات کی نسبت محاصل کم رہتے ہیں۔اس فرق کو بیرونی امداد اور قرضوں سے پورا کیا جاتا ہے۔اسٹیٹ بینک کی سالانہ رپورٹ کے مطابق پاکستان کے بیرونی قرضے اور واجبات میں مالی سال ۲۰۱۴ء میں ۶.۴ ارب ڈالر اضافہ ہوا جو کہ گزشتہ دو مالی سالوں سے زائد تھا۔پاکستان کے مجموعی قرضے اور واجبات مالی سال ۲۰۱۴ء میں جی ڈی پی کے ۷۱.۸ فیصد رہے۔حکومت پاکستان کے بیرونی قرضے مالی سال ۲۰۱۲ء میں

۶۴ ۳،۴اارب روپے، مالی سال ۲۰۱۳ء میں ۴،۳۱۱ ارب روپے اور مالی سال ۲۰۱۴ء میں ۴۷۹۱ارب روپے جو کہ جی ڈی پی کے ۲۱.۸، ۱۹.۲ اور ۱۸.۹ فیصد بالترتیب رہے۔حکومت پاکستان کے آئی ایم ایف کے قرضے مالی سال ۲۰۱۲ء میں ۶۹۴ ارب روپے، مالی سال ۲۰۱۳ء میں ۴۳۵ ارب روپے اور مالی سال ۲۰۱۴ء میں ۲۹۸ارب روپے جو کہ جی ڈی پی کے ۳.۵، ۱.۹ اور ۱.۲ فیصد بالترتیب رہے۔(۲۳) لیکن اس سے قرضوں کے بوجھ میں اضافے کے ساتھ بیرونی اثرات بھی غالب آتے ہیں خصوصاً قرضے دینے والے ادارے پالیسیاں اپنی مرضی سے بنواتے ہیں۔سودی قرضوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کی بجائے ہر آنے والی نئی حکومت آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی شرائط من وعن قبول کر کے نئے قرضے کے حصول کے لیے کوشاں رہتی ہے۔کفار کی مالی وسائل کو خرچ کرنے کی پالیسی کے بارے میں واضح طور پر قرآن میں آتا ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُواْ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّواْ عَن سَبِيلِ اللّهِ (۲۴) ترجمہ: بیشک یہ کافر لوگ اپنے مالوں کو اس لیے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکیں۔﴾ بیرونی قرضے سود پر مبنی ہیں جب کہ اسلام میں سود کی قطعی حرمت ثابت ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ وَذَرُواْ مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُواْ فَأْذَنُواْ بِحَرْبٍ مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ (۲۵)، ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو، اگر تم سچ مچ ایماندار ہو، اور اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔﴾ حدیث نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رُو سے سود کا سب سے کمتر گناہ ماں کے ساتھ زنا کرنے کے برابر ہے۔((الرّبا سبعون حوبا أيسرها أن ينكح الرّجل أمّه (۲۶) سود ستر گناہوں کے برابر ہے۔اس سے سب سے ہلکا درجہ ایسا ہے جیسا کوئی شخص اپنی ماں سے نکاح کرے۔)) ملکی سطح پر مالی وسائل کے حصول کے لیے بچتوں کی حوصلہ افزائی کرنے اور ان کی نقل پذیری کے لیے مشارکہ ومضاربہ پر مبنی سکیموں کا اجراء کرنے سے اسلامی معاشی نظام کے فوائد و برکات سے مستفید ہوا جا سکتا ہے۔

پاکستان کی مالیاتی پالیسی کا ایک اہم مقصد بچتوں اور سرمایہ کاری میں اضافہ کے لیے اقدامات کرنا ہے۔پاکستان کے ابتدائی دور میں ہی بچت سکیموں کا اجراء کیا گیا تاہم یہ سکیمیں سود پر مبنی تھیں۔داخلی بچتوں میں اضافہ کے لیے افراد کو طرز زندگی میں سادگی اپنانے کی ترغیب دینے کی ضرورت ہے۔بیرون ممالک پاکستانیوں کو روزگار کے مواقع ملنے کی وجہ سے بیرونی ترسیلات میں اضافہ ہو رہا ہے۔تاہم، یہ زرمبادلہ زیادہ تر معیار زندگی کو بہتر کرنے اور اشیاءِ تعیّشات پر صرف کیا جاتا ہے۔چاہیے یہ کہ اس زرمبادلہ کو سرمایہ کاری میں لگایا جائے تاکہ بچتوں اور سرمایہ کاری کا رخنہ کم ہو سکے۔اس سے بیرونی وسائل پر انحصار میں کمی ممکن ہے۔اسراف وتبذیر کو کم کرنے اور اشیاءِ تعیّشات کی درآمدات پر بھاری کسٹم ڈیوٹی عائد کرنے سے بھی اشیاءِ تعیّشات کے صرف میں کمی آ سکتی ہے اور بچتوں میں اضافہ بھی ممکن ہے۔ان بچتوں کا رخ اشیاءِ صرف کی صنعت کی طرف موڑا جائے کیونکہ اشیاءِ صرف کی طلب ہمیشہ معیشت میں رہتی ہے۔اشیاءِ صرف اور اشیاءِ سرمایہ کی

صنعتوں کو مالی و زری ترغیبات فراہم کی جائیں۔ اس سے نہ صرف ان اشیاء میں خود کفالت ممکن ہے بلکہ اضافی اشیاء کی برآمدات میں اضافہ سے قیمتی زرمبادلہ کا حصول ممکن ہے۔ نیز روزگار کے مواقع میں بھی اضافہ ہوگا۔

عصر حاضر میں بھی ضروری ہے کہ حاکم بالا اور عوام عیش و عشرت کی زندگی کی بجائے سادہ طرز زندگی اپنائیں۔ مغربی معاشرے کے اثرات کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں بھی اسراف عام ہے۔ مغربی معاشرے میں لوگ آزاد ہیں سرمایہ دارانہ ذہنیت کے زیر اثر مادی مفاد کا حصول ہی ان کا مقصد حیات ہے۔ اس معیشت میں ہر شخص کو آزادی ہے، جو مرضی چیز چاہے طلب کرے اور جتنا چاہے صرف کرے اس کے برعکس اسلام نے چند حدود و قیود مقرر کیے ہیں۔ ان حدود و قیود کے اندر رہتے ہوئے ہم دولت خرچ کر سکتے ہیں۔ اسراف و تبذیر کی ممانعت قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وکُلُوا وَاشْرَبُوا وَلاَ تُسْرِفُوا إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْن (۲۷) ترجمہ: کھاؤ پیو اور حد سے مت نکلو۔ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔﴾ ﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورا (۲۸) ترجمہ: بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔﴾ مبذر گناہ کے کاموں پر خرچ کرتا ہے اور شیطان کی روش اختیار کرے احکام الٰہی سے منہ موڑتا ہے۔ اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے اور ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ غیر ضروری خواہشات پر خرچ سے اجتناب کے لیے قناعت کا ہونا ضروری ہے اس سے ہی عوام بچتوں کی طرف راغب ہو سکتی ہے۔ قناعت کی ترغیب حدیث نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم میں بھی دی گئی ہے۔ ((قد أفلح من أسلم، ورزق كفافاً، وقنّعه الله بما آتاه (۲۹) ترجمہ: البتہ اس شخص نے فلاح پائی جو اسلام لایا اور ضرورت کے مطابق رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قناعت دی اس پر جو اس کو دیا گیا))۔ اسلام میں ارتکاز دولت کی ممانعت کی گئی ہے۔ ارتکاز دولت کی وجہ سے سرمایہ کاری متاثر ہوتی ہے کیونکہ اگر افراد بخل کریں اور خرچ سے ہاتھ روک دیں تو معیشت میں اشیاء کی طلب کم ہو جاتی ہے۔ اس سے سرمایہ کاری اور روزگار کے مواقع میں کمی آجاتی ہے۔ دولت کا گردش میں رہنا ہی معیشت کی ترقی کے لیے ضروری ہے۔ اسلام کی تعلیمات کی رُو سے اسراف و بخل کی بجائے خرچ میں اعتدال کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلاَ تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِكَ وَلاَ تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوماً مَّحْسُورا (۳۰) ترجمہ: اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے کہ پھر ملامت کیا ہوا درماندہ بیٹھ جائے۔﴾ اسی طرح اعتدال سے خرچ کرنا عباد الرحمٰن کی صفت بتلائی گئی ہے۔ ﴿وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَاما (۳۱) ترجمہ: اور جو خرچ کرتے وقت نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی بلکہ ان دونوں کے درمیان متعدل طریقے پر خرچ کرتے ہیں۔﴾ احادیث نبویہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بھی خرچ میں اعتدال کا حکم ملتا ہے۔ ((الاقتصاد في النفقة نصف المعيشة (۳۲) ترجمہ: خرچ میں اعتدال معاشی رفاہیت کا نصف ہے۔)) ((من فقه الرجل رفقه في معيشته (۳۳) ترجمہ: ایک شخص کی دانائی میں یہ بات

بھی ہے کہ وہ اپنی معیشت میں اعتدال کی راہ اختیار کرے۔)) معیاری صرف کے معیار کو قائم رکھنے اور بچتوں میں اضافہ کے لیے خرچ میں درمیانی راہ اختیار کرنا ہی پسندیدہ ہے۔

بچت سکیموں کو بلاسود کیا جانا بھی ضروری ہے۔صدر ضیاء الحق کے دور میں داخلی بچتوں میں اضافہ کرنے کے لیے شراکت پر مبنی سرٹیفکیٹ (۳۴) اور قومی سرمایہ کاری ٹرسٹ (۳۵) کی سکیموں کا آغاز کیا گیا۔تاہم یہ سکیمیں سود پر ہی مبنی رہیں۔اس ضمن میں حکومتی سطح پر سنجیدہ کوششوں کی ضرورت ہے اگر چہ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے اسلامک ڈیپارٹمنٹ کے تحت بلاسود بچتوں کی سکیموں پر کام ہو رہا ہے لیکن بچت سرٹیفکیٹ کو مکمل طور پر بلاسود کیا جانا ضروری ہے۔

پاکستان کے مختلف ادوار میں برسر اقتدار حکمرانوں نے سرمایہ کاروں کو زری اور مالی ترغیبات فراہم کی ہیں۔براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کی بھی حوصلہ افزائی کی گئی اور ان کو متعدد مالی ترغیبات فراہم کی گئیں خصوصاً سابق صدر پرویز مشرف کے دور میں براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کا چند مخصوص شعبوں میں اضافہ ہوا۔(۳۶) تاہم عصر حاضر میں امن و امان کی سنگین صورتحال اور توانائی کے بحران کی وجہ سے سرمایہ کاری میں کمی آئی ہے۔معاشی سرگرمیوں کی نمو کے لیے امن و امان کا قیام اور توانائی کے بحران پر قابو کے لیے ٹھوس پالیسی اور عملی اقدامات پاکستان کی مالیاتی پالیسی کے اولین مقاصد میں شامل ہونے چاہیں تا کہ براہ راست بیرونی سرمایہ کار پاکستان میں سرمایہ کاری کے لیے راغب ہوسکیں اور پاکستان کے سرمایہ کاروں کے لیے بھی سرمایہ کاری کے لیے ماحول سازگار ہوسکے جو کہ پاکستان کی معاشی ترقی کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

۵۔معاشی ترقی

مالیاتی پالیسی کا اہم مقصد معاشی ترقی کے لیے پالیسیاں وضع کرنا اور عملی اقدامات کرنا ہے۔قیام پاکستان کے بعد سے پاکستان کی معاشی ترقی اُتار وچڑھاؤ کا شکار رہی جیسا کہ ساٹھ کی دہائی میں اوسطاً سالانہ جی ڈی پی ۶.۸ فیصد، ستر کی دہائی میں ۴.۸ فیصد، اسی کی دہائی میں ۶.۵ فیصد، نوے کی دہائی میں ۴.۶ فیصد، بیس کی دہائی میں ۴.۷ فیصد، مالی سال ۲۰۰۸ء میں ۵ فیصد، مالی سال ۲۰۱۲ء میں ۳.۴ فیصد رہی اور مالی سال ۲۰۱۴ء میں ۴ فیصد رہی۔(۳۷) مختلف ادوار کی جی ڈی پی کی شرح نمو سے ظاہر ہوتا ہے کہ صدر ایوب خان اور صدر ضیاء الحق کے دور میں جی ڈی پی میں بہتری رہی کیونکہ سیاسی استحکام کی وجہ سے معاشی استحکام بھی رہا۔تاہم جمہوری حکومتوں بالخصوص نوے کی دہائی میں سیاسی عدم استحکام کی وجہ سے معاشی نمو متاثر ہوئی۔اگر چہ صدر پرویز مشرف کے دور میں معاشی ترقی کے حامی یہ دلیل دیتے ہیں کہ اس دور میں جی ڈی پی کی شرح نمو بہتر رہی۔صرف، بچتوں، سرمایہ کاری اور بیرونی براہ راست سرمایہ کاری میں اضافہ ہوا۔اس دلیل کا جواب انتہائی سادہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر معاشی شعبوں میں ترقی ہوئی تو وہ محض قلیل عرصے کے لیے تھی، عرصہ طویل کے لیے نہیں تھی۔ اگر ٹھوس بنیادوں پر ترقی ہوتی تو اس کے اثرات صدر پرویز مشرف کے دور حکومت کے بعد بھی نظر آتے۔ان کے دور میں

ہی مالی سال ۲۰۰۶ء کے بعد معیشت کی تنزلی کے واضح اثرات ظاہر ہونے شروع ہو گئے تھے۔جب کہ ان کے بعد آنے والی جمہوری حکومت کو معاشی چیلنجز کا سامنا رہا جن میں توانائی کا بحران ایک اہم مسئلہ تھا جس کی وجہ سے معاشی نمو کم رہی۔

پاکستان کی مالیاتی پالیسی کا ایک اہم مقصد زراعت وصنعت کے شعبوں کی ترقی ہے۔زراعت کا شعبہ پاکستان کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اور جی ڈی پی میں دیگر شعبوں کی نسبت زیادہ حصہ شعبہ زراعت کا ہے۔پاکستان کی تاریخ میں زرعی ترقی کے لیے قابل ذکر اقدامات کیے گئے جن میں صدر ایوب خان کے دور کی سبز انقلاب کی پالیسی،صدر ایوب خان اور ذوالفقار علی بھٹو کی زرعی اصلاحات،صدر پرویز مشرف کے دور میں زراعت کے ذیلی شعبوں کی ترقی کی پالیسی اور سفید انقلاب قابل ذکر ہیں۔زرعی ترقی کے لیے زرعی مداخل کی خریداری کے لیے سودی زرعی قرضوں کا اجراء(صدر ضیاء الحق کے دور جس میں چھوٹے کسانوں کو بلاسود قرضوں کی سہولت فراہم کی گئی)۔(۳۸) اعلی بیجوں،کھادوں اور کیڑے مار ادویات کی سہولیات میں بھی اضافہ کیا گیا۔تاہم نوے کی دہائی میں زرعی مداخل پر دیئے گئے اعانوں میں کمی لائی گئی جبکہ ۲۰۱۳ء میں نئے برسر اقتدار آنے والے وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کی حکومت کے اعلان کے مطابق اعانوں کو ختم کیا جائے گا۔پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف ڈویلپمنٹ کی رپورٹ کے مطابق اعانوں میں کمی کی پالیسی سے چھوٹے کسانوں کی مشکلات اور اشیاء صارف کی قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔(۳۹) پاکستان میں زرعی اصلاحات کا نفاذ اسلامی اصولوں کی بجائے سیاسی مقاصد کے تحت کیا گیا جس کی وجہ سے مثبت نتائج حاصل نہ ہو سکے۔اسی طرح کسانوں کے لیے اسی کی دہائی میں بلاسود قرضوں کے متبادل اسلامی طریقہ ہائے تمویل کو متعارف کروایا گیا لیکن عملی طور پر سودی طریقہ ہی جاری رہا۔

معاشی ترقی کے لیے صنعتی ترقی ناگزیر ہے اسی وجہ سے ہر دور حکومت میں صنعتی ترقی کے لیے اقدامات کیے گئے۔صدر ایوب خان کے دور میں صنعتی ترقی کے لیے نجی شعبہ کی حوصلہ افزائی کی گئی اور ان کو ٹیکس ہالیڈے،ٹیکسوں میں چھوٹ اور دیگر الاؤنسز فراہم کیے گئے جس سے اشیاء سازی کی صنعت نے قابل ذکر ترقی کی جیسا کہ اقتصادی سروے کے مطابق سالانہ اوسطاً شرح نمو ۹.۹ فیصد رہی۔(۴۰) وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں صنعتوں کو قومی تحویل میں لینے کی پالیسی اپنائی گئی جس سے صنعتی ترقی متاثر ہوئی۔اقتصادی سروے کے مطابق اشیاء سازی کی صنعت کی سالانہ اوسطاً شرح نمو ساٹھ کی دہائی سے کم ہو کر ۵.۵ فیصد ہو گئی۔(۴۱) صدر ضیاء الحق کے دور میں نجی شعبہ کی حوصلہ افزائی کی گئی اور قومی تحویل میں لیے گئے اداروں کی نجکاری کی گئی۔نیز بڑے پیمانے کی صنعتوں کے علاوہ چھوٹے پیمانے کی صنعتوں پر توجہ دی گئی اور ان کو ٹیکسوں میں رعایت،قرضوں اور خام مال کی سہولیات فراہم کی گئیں۔جس سے اشیاء سازی کی شرح نمو میں اضافہ ہوا۔اقتصادی سروے کے مطابق بڑے پیمانے کی شرح نمو ۸.۲ فیصد جب کہ چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی شرح نمو ۸.۴ فیصد اور مجموعی طور پر اشیاء سازی کی شرح نمو ۸.۲ فیصد رہی۔(۴۲) صنعتی ترقی کے لیے نوے کی دہائی میں نج کاری کی پالیسی اپنائی گئی۔

سرمایہ کاروں کو سرمایہ کاری کے لیے ترغیبات اور سہولیات فراہم کی گئیں۔ٹیکس ہالیڈے،ٹیکسوں میں رعایت اور پسماندہ علاقوں میں صنعتوں کے قیام کی حوصلہ افزائی کی گئی۔تاہم سیاسی عدم استحکام اور پالیسیوں میں تسلسل کی کمی کی وجہ سے اقتصادی سروے کے مطابق سالانہ اوسطاً شرح نمو کم ہو کر ۸.۴ فیصد ہوگئی۔(۴۳)بیس کی دہائی میں اشیاء سازی کی شرح نمو ا.۷ فیصد، مالی سال ۲۰۰۵ء میں ۵ .۱۵ فیصد، مالی سال ۲۰۰۷ء میں ۹ فیصد، مالی سال ۲۰۰۸ء میں ۶.۱ فیصد، مالی سال ۲۰۱۲ء میں ۲.۱ فیصد اور مالی سال ۲۰۱۴ء میں ۵.۴ فیصد رہی۔(۴۴)صدر پرویز مشرف کے دور میں بیرونی قرضوں اور امداد کا کچھ حصّہ مختلف شعبوں کی ترقی کے لیے مختص کیا گیا جس سے معاشی نمو بہتر رہی تاہم اشیاء سازی کی صنعت کی نمو قلیل عرصہ کے لیے تھی مالی سال ۲۰۰۶ء سے معاشی نمو میں کمی آئی۔مواصلات کے شعبے میں صدر پرویز مشرف کے دور میں اہم اقدامات کیے گئے اور اس کے لیے بیرونی براہ راست سرمایہ کاری میں اضافہ کیا گیا۔اس وجہ سے اس دور میں ٹیلی مواصلات کے شعبے نے ترقی کی اور اس میں براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کا حصہ زیادہ رہا۔

سابق صدر ضیاء الحق کے دور میں صنعتی سرمایہ کاروں کے لیے قرضوں کے بلاسود طریقوں کو متعارف کروایا گیا۔اسلامی طریقہ ہائے تمویل کو ان کے بعد کے ادوار میں بھی جاری رکھا گیا تاہم ان طریقوں کو شرعی احکام سے ہم آہنگ کرنے کے لیے سنجیدہ کاوشوں اور عملی اقدامات کی ضرورت باقی ہے۔

پاکستان میں برسر اقتدار آنے والی تمام حکومتوں نے معاشی ترقی کے لیے پالیسیاں وضع کیں اور ان پالیسیوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے بیرونی وسائل پر انحصار کیا۔اسی طرح پاکستان کے بجٹ کے خسارے کو داخلی اور بیرونی قرضوں سے پورا کیا جاتا ہے۔تاہم آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے قرضے مخصوص شرائط کے تحت جاری کیے جاتے ہیں۔ان قرضوں سے نہ صرف پاکستان کی معیشت اپاہج ہو کر رہ گئی بلکہ اسلام کی معاشرتی اقدار کو بھی ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔نوے کی دہائی میں آئی ایم ایف، ورلڈ بینک اور عالمی ڈونرز کے تعاون سے سوشل ایکشن پروگرام کا آغاز کیا گیا تھا جس کے مقاصد میں معاشی جدوجہد میں صنفی عدم مساوات میں کمی اور آبادی کو کنٹرول کرنا شامل تھا۔(۴۵)صنفی مساوات کی پالیسی سے متعدد معاشرتی مسائل جنم لے رہے ہیں اور معاشرتی اخلاقی اقدار زوال پذیر ہو رہی ہیں۔اسلام میں انفاق فی سبیل اللہ فلاح عامہ کا خود کار نظام ہے جس سے افراد معاشرہ کی خوشحالی ممکن ہے اور دولت کی تقسیم بھی منصفانہ رہتی ہے۔بہتر یہی ہے کہ سماجی فلاح وبہبود کے لیے بیرونی امداد پر انحصار کرنے کی بجائے زکوۃ وعشر کا نظام زیادہ مؤثر بنایا جائے۔نیز تعلیم اور صحت کے شعبوں میں بیرونی امداد کی بجائے نجی شعبے کا تعاون بڑھایا جانا چاہیے۔بیرونی ممالک میں سے اسلامی ممالک کو تعلیم اور صحت کے شعبے میں سرمایہ کاری کے لیے راغب کیا جاسکتا ہے کیونکہ ان ممالک کی پالیسیاں نظریہ پاکستان کے خلاف نہیں ہوتیں۔

اسی طرح سابق صدر پرویز مشرف کے دور میں معیشت کو سہارا دینے اور معاشی ترقی کے لیے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کا ساتھ دیا گیا۔امریکہ کا اتحادی بننے کے نتیجے میں پاکستان کی بیرونی امداد اور قرضوں میں ماضی

سے کئی گنا زیادہ اضافہ ہوا۔لیکن اسلامی معاشرتی اقدار کو نقصان پہنچا۔اس دور میں روشن خیالی کو چرچا رہا۔داڑھی اور پردے سے آزادی، جدت لباس، یورپ سے مرعوبیت، اسلام سے دوری، عورتوں کی معاشی آزادی، موسیقی اور بے حیائی کے کلچر کو پروان چڑھایا گیا۔حدود آرڈیننس اور خواتین کی میرتھن ریس بھی اس دور کی روشن خیالی کی اہم مثالیں ہیں۔مذکورہ تمام باتیں اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ نہیں تھیں۔اسلام مادی اور روحانی ترقی کا حامی ہے۔پاکستان کی مالیاتی پالیسی میں معاشی ترقی کے لیے ایسے اقدامات کیے جانے ضروری ہیں جس سے افراد معاشرہ مادی اور روحانی طور پر خوشحال ہو سکیں۔اسلامی اقدار کو فروغ دیا جائے اور معاشرے کو تباہ کرنے والے ذرائع کا سد باب کیا جائے۔معاشی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ سود ہے جس نے نہ صرف پاکستانی معیشت کو اپاہج بنا دیا ہے بلکہ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم میں بھی اضافہ ہوا جس سے معاشرے میں طبقاتی کشمکش پروان چڑھ رہی ہے۔عصر حاضر میں پاکستان کی مالیاتی پالیسی کے مقاصد میں سودی نظام کے خاتمہ کو شامل کرنا ضروری ہے تاکہ پاکستان معاشی خوشحالی کے ثمرات سے مستفید ہو سکے۔ مالیاتی پالیسی کا اہم مقصد اصلاح معاشرہ ہونا چاہیے تاکہ لوگ مادی خوشحالی کے ساتھ اپنے روحانی ارتقاء سے بھی غافل نہ ہوں۔لحاظ اس پہلو پر جنگی بنیادوں پر مہم چلانے کی ضرورت ہے تاکہ دولت میں مسابقت کی دوڑ میں وہ ''فاستبقوا الخیرات'' کا سبق فراموش نہ کر بیٹھیں۔

۶۔ فلاح عامہ

پاکستان کی مالیاتی پالیسی کا اہم مقصد عوام کی فلاح و بہبود میں اضافہ کرنا ہے۔افراد معاشرہ کو تعلیم، صحت عامہ، نقل وحمل، صاف پانی اور صاف ماحول کی سہولیات فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔پاکستان کے ہر مالی سال کے بجٹ میں فلاح عامہ کے لیے فنڈ مختص کیے جاتے ہیں۔تاہم یہ فنڈز عوام کی ضروریات کے لحاظ سے ناکافی ہیں۔فلاح عامہ کے معیار میں بہتری کے لیے صوبائی خودمختاری میں اضافہ کیا گیا۔این ایف سی ایوارڈ کے تحت صوبوں کو ہر مالی سال کے بجٹ میں فنڈز کا اجراء کیا جاتا ہے خصوصاً وزیراعظم یوسف رضا گیلانی کے دور حکومت میں ساتویں این ایف سی ایوارڈ میں صوبوں کی مالی خودمختاری بڑھائی گئی اور ان کے مالی وسائل میں بھی اضافہ کیا گیا۔(۴۶) تاہم اس اقدام سے قابل ذکر مثبت نتائج سامنے نہ آسکے کیونکہ صوبائی سطح پر کرپشن کی وجہ سے حقدار تک حق نہیں پہنچتا جس کی وجہ سے مطلوبہ اہداف حاصل نہیں ہو سکتے۔عالمی قرضوں کی شرائط کے تحت شعبہ تعلیم کی نجکاری اور فیسوں میں اضافہ کی پالیسی سے غریب بچوں کے لیے تعلیم کا حصول مشکل ہو کر رہ گیا ہے۔نصاب میں تبدیلیاں لانے اور مغربی کلچر کو معاشرہ میں عام کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔مخصوص مقاصد کے تحت این جی اوز کا کردار تعلیمی شعبہ میں بڑھایا جارہا ہے مثلاً نوے کی دہائی کی پالیسی میں سوشل ایکشن پروگرام میں این جی اوز کے کردار میں اضافہ کیا گیا۔مغربی طاقتیں امداد اور قرضے کے عوض شعبہ تعلیم میں این جی اوز کی آزادی کو یقینی بناتی رہیں اور ان کے ذریعے مخصوص مقاصد حاصل کرتی رہیں لیکن پاکستان میں ان کی نگرانی کا کوئی

لائحہ عمل نہیں بنایا گیا جس کی وجہ سے منفی معاشرتی مسائل سامنے آرہے ہیں۔

صدر پرویز مشرف کے دور حکومت میں مدارس کے نصاب میں تبدیلی کے لیے حکمت عملی وضع کی گئی تاہم مدارس بیرونی دباؤ کے وجہ سے نصاب میں اصلاحات کے خلاف تھے۔ان کا بنیادی خدشہ ہے ان کے نصاب کو سیکولر بنانے کی کوشش کی جائے گی۔ان کا دعوی ہے کہ وہ بغیر کسی امداد کے دینی تعلیم کے ساتھ جدید تعلیم بھی فراہم کر سکتے ہیں۔مدارس میں رسمی تعلیم متعارف کروانے کا ایک مقصد بظاہر مدارس کو بدلتے ہوئے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا تھا۔تاہم اس کا پس پردہ مقصد دینی رجحان میں کمی لانا تھا۔صدر پرویز مشرف کے دور میں داڑھی اور پردہ جیسے اسلامی شعائر کی تحقیر آمیز حوصلہ شکنی کی گئی۔تعلیمی پالیسی کا مقصد طلبہ کو سیکولر بنانا تھا تا کہ طلبہ اپنی اصل بنیادوں سے دور ہو سکیں۔یہ بات درست ہے کہ مدارس کے نصاب میں اصلاح کی ضرورت ہے اور ان میں جدید علوم کو شامل ہونا چاہیے تا کہ ایک متوازن نصاب پروان چڑھ سکے۔تاہم مدارس کے طلبہ ہوں یا یونیورسٹی کے، ان کو اچھا مسلمان بنانا حکومت کی تعلیمی پالیسیوں میں شامل ہونا چاہیے۔ایسے طلبہ جو سید مودودی کے مرد صالح کے تصور اور اقبال کے مومن کامل کے معیار پر پورا اتر سکیں۔ان کو جدید تعلیم سے بھی آراستہ کیا جائے۔چاہیے یہ کہ مدارس کے نصاب میں ایسی تبدیلیاں لائی جائیں جو اسلام کے بنیادی اصولوں اور عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرتی ہوں۔

مدارس کے ساتھ ساتھ جدید تعلیمی اداروں کے نصاب میں بھی تبدیلیاں لائی جائیں۔ان اداروں میں اسلامائزیشن کے عمل میں تیزی پیدا کرنے اور اسلام کے بنیادی ذرائع سے تعلق مضبوط کرنے کا باعث بننے والا مواد شامل کیا جانا ضروری ہے کیونکہ تعلیم کے علاوہ بے روزگار افراد کو روزگار کی فراہمی مالیاتی پالیسی کا اہم مقصد ہے تاہم پاکستان میں بے روزگاری کا مسئلہ شدت اختیار کر رہا ہے کیونکہ مالی سال ۲۰۱۳ء میں ۶.۲ فیصد اور مالی سال ۲۰۱۴ء میں بے روزگاری کی شرح ۶ فیصد رہی۔(۴۷) افرادی قوت کو روزگار کی فراہمی کے لیے ٹھوس عملی اقدامات کی بھی ضرورت ہے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ جاذب محنت کے پراجیکٹ شروع کیے جائیں اس سے پاکستان کا انفرسٹرکچر بہتر ہوگا اور بے روزگاری کی شرح میں بھی کمی ممکن ہے۔

صحت عامہ کے شعبہ میں ہر سال ہسپتالوں، ڈاکٹروں، دانتوں کے ڈاکٹروں اور نرسوں کی تعداد میں اضافہ کیا جاتا ہے۔تاہم صحت عامہ کے شعبہ میں حکومت کی اہم پالیسی آبادی کو کنٹرول کرنے کے لیے خاندانی منصوبہ بندی پر مرکوز ہے کیونکہ پاکستان اور مغربی ماہرین اقتصادیات کے نزدیک پاکستان کی غربت کی اہم وجہ بڑھتی ہوئی آبادی ہے۔لیکن ضروری یہ ہے کہ مالیاتی پالیسی کا اہم مقصد آبادی کو کنٹرول کرنے کی بجائے ان کو سہولیات فراہم کرنا ہونا چاہیے۔پاکستان میں سرکاری ہسپتالوں کی صورتحال افسوس ناک ہے۔اس میں بہتری کے لیے اس شعبے میں دیانتدار اور انتظامی امور میں ماہر افراد کو نگران مقرر کرنا چاہیے۔شعبہ صحت میں حکومت کے مختص کیے گئے فنڈز دیانتداری سے استعمال

میں لانے سے اس شعبہ میں بہتری آسکتی ہے۔

اگرچہ مختلف ادوار میں سڑکوں کی تعمیرات میں اضافہ کیا گیا خصوصا صدر ایوب خان اور نوے کی دہائی میں میاں وزیراعظم میاں محمد نواز شریف کے دور میں اس ضمن میں قابل ذکر کام کیا گیا تاہم یہ سہولت بھی ملکی آبادی کے لحاظ سے ناکافی ہے۔ذرائع نقل وحمل میں ساٹھ کی دہائی میں ریلوے کے شعبہ کی ترقی کے لیے اقدامات کیے گئے جوکہ ماضی میں پاکستان کی آمدن کا اہم ذریعہ رہا۔گزشتہ چند سالوں سے ریلوے کی بحالی کے لیے اقدامات کیے گئے ہیں جس سے اس شعبہ میں بہتری آئی ہے۔تاہم اس شعبہ کی بحالی کے لیے بھی دیانتدار افراد کا تعینات کیا جانا ضروری ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے واضح ہوتا ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں مالیاتی پالیسی کے مقاصد میں اندورنی لین دین سے سود کی خاتمے کی کاوشیں صرف صدر ضیاءالحق کے دورر میں شامل تھیں بعد کے ادوار میں سے صدر پرویز مشرف کے دور میں اسٹیٹ بینک آف پاکستان نے سنجیدگی سے کوششوں کا آغاز کیا۔مختلف شعبوں کے لیے مالیات کی فراہمی کو بلاسود کرنے پر کام جاری ہے تاہم اس کے خاتمے کے لیے حکمران طبقے کی نیت کا نظر آنا ضروری ہے جس کا فقدان ہے۔ابھی تک عالمی سطح پر لیے جانے والے سودی قرضوں کے خاتمے کے بارے میں کوئی سنجیدہ لائحہ عمل سامنے نہیں آیا۔اس کے برعکس ہر نئی آنے والی حکومت ذاتی خزانوں کو بھرنے کے لیے عالمی اداروں کے قرضوں کی طرف رجوع کرتی ہے اوران کی تمام شرائط کو قبول کرکے سنجیدگی سے مغربی پالیسیوں کے نفاذ کے لیے بھی اقدامات کرتی ہے جس سے پاکستان میں متعدد معاشی اور معاشرتی مسائل نے جنم لیا ہے جوکہ معاشی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔دراصل پاکستان میں معاشی پالیسی بنانے اور اس کے نافذ کرنے کے معاملے میں سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے پاکستان کو معاشی ترقی اور استحکام نصیب نہیں ہو سکا۔اسلامی مالیاتی پالیسی کی دو نمایاں خصوصیات سود سے پاک معیشت اور زکوۃ کا نظام ہے جن کو اپنانے سے ہی پاکستان معاشی ترقی کی راہ پر گامزن ہوسکتا ہے۔بیرونی سودی وسائل پر انحصار کے بجائے ملکی وسائل کو ترقی دینے اور کرپشن کا خاتمہ مالیاتی پالیسی کے اولین مقاصد میں شامل ہونا چاہیے۔اسلامی معاشی نظام کے نفاذ سے ہی برکات کا حصول ممکن ہے جس سے افراد معاشرہ خوشحال ہوں گے اور اشیاء وخدمات میں اضافہ ہوگا جس سے معاشی ترقی ممکن ہے۔نیز مالیاتی پالیسی کے دیگر مقاصد فلاح عامہ میں اضافہ،قیمتوں کی سطح میں استحکام اور معاشی ناہمواریوں کا خاتمہ کا حصول بھی ممکن ہے۔

مراجع وحواشی

(۱) Frank,Robert H. & Ben S. Bernanke (2001) ,Principles of Macro Economics,New York:Mc Graw-Hil,p.G-2; Mankiw,N.Gregory (2000),macro economic,New York:Worth Publishers,p.536.

(۲) سورۃ الانعام، ۱۵۱/۶

(۳) الترمذی، محمد بن عیسی بن سورۃ، أبوعیسی، الجامع/ السنن، ابواب البیوع، باب ماجاء فی التغلیظ فی الکذب، حدیث نمبر:۱۲۰۷،(طبع الأولی)،الریاض: دارالسلام،،۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء

(۴) البخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، الجامع الصحیح، کتاب الحدود، باب ظہر المومن حمی الافی حدأوحق، حدیث نمبر:۶۷۸۵، (طبع الثانیۃ)، الریاض: دارالسلام، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء

(۵) روزنامہ جنگ لاہور، ۱۸نومبر۲۰۱۳ء

(۶) Government of Pakistan,Pakistan Economic Survey 2007-08,Islamabad:Ministary of Finance,p.65;Pakistan Economic Survey 2014-15,p.70

(۷) Economy: Understanding the Wheat Crises,Daily Time, 22 Jan 2008

(۸) الطّبری، محمد بن جریر، أبوجعفر، تاریخ الأمم والملوک المعروف تاریخ طبری، مطبعۃ الاستقامۃ، ج۲،ص۵۵۸، بیروت (لبنان): دارالکتب العلمیۃ،۲۰۰۳ء

(۹) ابن سعد، محمد بن سعد الزہری، الطبقات الکبری المعروف طبقات ابن سعد، ج۳،ص۵۹، بیروت (لبنان): داربیروت، ۱۹۵۷ء

(۱۰) ابن کثیر، اسماعیل بن عمرو، أبوالفداء، عمادالدین، البدایۃ والنہایۃ، ج۴،ص۳۹۰، (طبع الثانیۃ)، بیروت (لبنان): دارالمعرفۃ،۲۰۰۳ء

(۱۱) ابوداؤد، سلیمان بن اشعث بن اسحاق، السجستانی، السنن، کتاب البیوع، باب فی التسعیر، حدیث نمبر:۳۴۵۱، (ط۔الأولی)، الریاض: دارالسلام، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء؛ الترمذی، الجامع، ابواب البیوع، باب ما جاء فی التسعیر، حدیث نمبر:۱۳۱۴؛ ابن ماجہ، محمد بن یزید، ابوعبداللہ، ابواب التجارات، باب من کرہ أن یسعر، حدیث نمبر:۲۲۰۰، (ط۔الأولی)، الریاض: دارالسلام، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء

(۱۲) Noman. O, (1988)The Political Economy of Pakistan 1947-85,London & New York:KPI,p.41.

(۱۳) Amjad.R, Industrial Concentration and Economics Power,Pakistan Economic and Social Review,Vol:XIV,No:1-4,pp259-260 اثاثوں کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو

(۱۴) Daily Time, 23 June 2015

(۱۵) سورۃ الحشر، ۵۹/۷ (۱۶) سورۃ الذّٰریٰت، ۵۱/۱۹ (۱۷) سورۃ التوبۃ، ۹/۳۴

(۱۸) ابوعبید، قاسم بن سلام، کتاب الأموال، ص ۲۴۵، قاہرہ (مصر): دارالفکر، ۱۹۸۱ء؛ ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، ص ۴۲، بیروت (لبنان): دارالمعرفۃ

(۱۹) ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم۔ص۴۶

(۲۰) ابوعبید، قاسم بن سلام۔ص ۶۱؛ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد، أبوزید، کتاب العبر ودیوان المبتدأوالخبر فی أیام العرب والعجم والبربر المعروف تاریخ ابن خلدون، ج۲،ص۹۴۲، بیروت (لبنان): دارلکتاب اللبناني

(۲۱) بجٹ تقریر ۲۰۱۱۔۲۰۱۲ء، ص۲۷

http://www.finance.gov.pk/budget/Final_Budget_Speech_11_12_urdu.pdf retrieved 6 July 2013

(۲۲) بجٹ تقریر ۲۰۱۲۔۲۰۱۳ء، ص۳۵؛

http://www.finance.gov.pk/budget/budget_Speech_12_13_urdu_version.pdf retrieved 6 july 2013

(۲۳) State Bank of Pakistan,Annual Report 2013-14,p.87

(۲۴) سورۃ الانفال ،۳۶/۸۔۳۷　(۲۵) سورۃ البقرۃ،۲۷۸/۲-۲۷۹

(۲۶) ابن ماجہ، السنن، ابواب التجارات، باب التغلیظ فی الربا، حدیث نمبر:۲۲۷۴

(۲۷) سورۃ الاعراف،۳۱/۷　(۲۸) سورۃ بنی اسرآءیل،۲۷/۱۷

(۲۹) مسلم، مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری، أبو الحسین، الجامع الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب فی الکفاف والقناعۃ، حدیث نمبر:۲۴۲۶، (طبع الثانیۃ)، دارالسلام، الریاض،۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء؛ الترمذی، الجامع، ابوب الزھد، باب ما جاء فی الکفاف، والصبر علیہ، حدیث نمبر:۲۳۴۸،۲۳۴۹

(۳۰) سورۃ بنی اسرآءیل،۲۹/۱۷　(۳۱) سورۃ الفرقان،۶۷/۲۵

(۳۲) علي المتقي بن حسام، علاء الدین، الھندی، کنز العمال، ج ۳، ص۲۴، بیروت (لبنان): موسسۃ الرسالۃ، ۱۹۷۹ء

(۳۳) ایضاً، ج ۳، ص۲۴

(۳۴) Pakistan Economic Survey 1980-81,pp.264-265

(۳۵) Ibid,1980-81,p.265

(۳۶) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو State Bank of Pakistan,Annual Report 2007-08,p.127

(۳۷) Pakistan Economic Survey 2014-15,Economic and Social indicators,p.1 http://www.finance.gov.pk/survey/chapters_15/Economic_ Indicators .pdfretrieved 25 june2015

(۳۸) Pakistan Economic Survey 1982-83,p.5;Ibid,1983-84, p.13 تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو

(۳۹) Structural Adjustment and Poverty in Pakistan (2003),(Director:A .R Kamel),Islamabad: Pakistan Institute of Development,p.6

(۴۰) Pakistan Economic Survey 2000-2001,Statistical Annexure,p.2

(۴۱) Ibid　(۴۲) Ibid, 2002-2003,p.5

(۴۳) Ibid, 2000-2001,Statistical Annexure,p.2

(۴۴) Ibid, 2014-15,Economic and Social indicators,p.1

(۴۵) Ibid,1993-94,pp.121-122;1995-96,p.131

(۴۶) Ibid, 2009-10,pp.60-61

(۴۷) Ibid, 2014-15,Economic and Social indicators,p.6